وجہی کی تصانیف کی تدوین کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر صائمہ ارم

Abstract:

Mulla Wajhi is a one of the greatest literary figures of Deccan era. He was a poet as well as a prose writer. His creations include "Sub Rus", "Qutub Mushtari" and "Taaj Ul Haqaaeq". These books have great literary merit. These are a mile stone in the evolution of Urdu prose and Urdu poetry. His books have been edited by different researchers including Molvi Abdul Haque. In this article Dr. Saima Iram analyses these editions from the point of view of principles of Tadveen e Matn.

اردو ادب میں سرزمینِ دکن کو کئی امتیازات حاصل ہیں۔ یہ صوفیا کی سرزمین ہے ۔ بہت سے صوفیا نے یہاں اسلام کی تبلیغ کی ۔ انھوں نے دکھنی زبان میں شاعری اور نثر کے ذریعے اخلاقیات کی تعلیم دی۔ دوسرا امتیاز یہ ہے کہ گولکنڈہ اور بیجا پور میں بادشاہوں کے زیرِ سرپرستی اردو شعر و ادب اور نثر کے بہت سے کارنامے انجام دیے گئے ۔ غزل، مثنوی ، گیت ، قصائد اور ریختی جیسی اصناف کی بنیاد رکھی گئی اور انھیں فروغ دیا گیا۔ گولکنڈہ میں محمد قلی قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ خود بھی شاعر تھے اور شعرا کی سرپرستی کرتے تھے ۔ اس دلچسپی اور سرپرستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سا ادب تخلیق کیا گیا جسے اردو ادب میں اولیت کا درجہ حاصل ہے ۔ وجہی اُسی دور کے شعرا سے تعلق رکھتا ہے ۔ وہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس نے مثنوی قطب مشتری لکھی اور نثر میں تاج الحقائق اور سب رس تحریر کیں ۔

وجہی کی تصانیف میں مثنوی ''قطب مشتری'' اور ''سب رس'' کو مولوی عبدالحق جبکہ ''تاج الحقائق'' کو ڈاکٹر نورالسعید اختر نے ترتیب دیا ہے۔ ذیل میں وجہی کی ان تصانیف کا تعارف اور خصوصیات درج کی جا رہی ہیں :

۱۔قطب مشتری

مولوی عبدالحق نے ملا وجہی کی نظم قطب مشتری کو مرتب کیا جو پہلی بار ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں دوسری بار انجمن ترقی اردو کراچی سے شائع ہوئی۔

مقدمے میں مولوی عبدالحق نے وجہی کی تین کتابوں کی دریافت کا ذکر کیا ہے۔ان میں سب رس ، تاج الحقائق اور قطب مشتری شامل ہیں۔قطب مشتری کے سنہ تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ مثنوی جیسا کہ خود وجہی نے لکھا ہے ۱۰۱۸ھ میں تصنیف ہوئی۔

تمام اس کیا دیس بارا منے
سنہ ایک ھزار ھور اٹھارا بنے [۱]

مثنوی کے بارے میں اس قیاس کو کہ اس میں در پردہ سلطان محمد قلی قطب شاہ اور بھاگ متی کے مشہور عشق کی داستان بیان کی گئی ہے ،مولوی عبدالحق نے رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مثنوی میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں بھاگ متی کے عشق سے ان کا کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔ وجہی کا مقصد اس مثنوی کے لکھنے سے بادشاہ کے حسن و جمال ،شجاعت اور لیاقت کی تعریف کرنا ہے اور بس۔'' [۲]

مرتب نے یہ بھی لکھا کہ وجہی کے دعوے اور تعلّی کے باوجود یہ مثنوی اعلیٰ پائے کی نہیں ہے۔تاہم اس اعتبار سے قابل قدر ہے کہ قدیم ہے اور اس دور کا ایسا مرتب کلام کم ملتا ہے۔مولوی عبدالحق وجہی کی غزلوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مثنوی کے بیان میں موقع موقع سے چند غزلیں بھی آگئی ہیں۔ یہ غزلیں خود وجہی کی ہیں۔ ان میں زبان اور خیال دونوں اعتبار سے ہندی کا پورا پورا اثر پایا جاتا ہے۔ زبان سادہ اور شیریں ہے۔الفاظ زیادہ تر ہندی ہیں اور بعض فارسی عربی لفظوں کو ہندی لب و لہجے میں ڈھال کر ہندی بنا لیا ہے۔'' [۳]

مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ یہ مثنوی میں نے دو نسخوں سے مرتب کی ہے۔ایک قلمی نسخہ میرے پاس ہے جو بہت پرانا معلوم ہوتا ہے لیکن ناقص اور نامکمل ہے اور اول و آخر اور بیچ بیچ میں سے ورق غائب ہیں۔ دوسرا نسخہ برٹش میوزیم لندن کا ہے جس کا عکس منگا لیا گیا تھا۔ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ نسخہ ترتیب دیا گیا ہے۔ چونکہ میرا نسخہ ناقص ہے اس لیے بعض مصرعے صاف نہیں ہوئے اور جیسے برٹش میوزیم کے نسخے میں تھے ویسے ہی لکھ دیے گئے۔ جہاں تک میرے نسخے نے ساتھ دیا تصحیح میں دقت نہیں ہوئی۔'' [۴]

مولوی صاحب نے اپنے نسخے کی دو خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔اول تو یہ کہ وہ زیادہ بڑا ہے۔اس میں بعض بیان ایسے ہیں جو برٹش میوزیم والے نسخے میں نہیں مثلاً سفر میں شہزادے کی مہموں میں سیمرغ کا مقابلہ اس طرح اور

مقامات میں اضافہ ہے ۔ چونکہ یہ بیان مکمل نہیں تھے اس لیے ضمیمے کے طور پر شامل کر دیے ۔بعض بعض مقامات پر اشعار بھی زیادہ ہیں وہ اشعار بھی شامل کر دیے ہیں اور ان کے ساتھ (ن) لکھ دیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ نسخہ انجمن سے لیے گئے ہیں ۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مرتب کے نسخے کا رسم الخط عجیب قسم کا ہے ۔ خط نسخ ہے لیکن الفاظ میں اکثر حروف علت کا کام اعراب سے لیا ہے ۔خصوصاً ان حروف علت کے لیے جو لفظ کے آخر میں آتے ہیں ۔مثلاً اس مصرع کو ''جو بے ربط بولے تو بیتاں پچیس'' یوں لکھا ہے ''جوب ربط بولِ توں بیتاں پچیس'' اس رسم الخط کا عکسی نمونہ بھی اس کتاب میں دیا گیا ہے ۔

قدیم دکنی زبان کے الفاظ کی وجہ سے کتاب کے آخر میں الفاظ کی فرہنگ بھی دے گئی ہے ۔

حواشی میں کہیں تو الفاظ کا موجودہ املا کے مطابق تلفظ درج کیا گیا ہے اور کہیں اختلافِ نسخ دیے گئے ہیں۔

دیا بید (ا) تیں بجہ بجن نارکوں ۵

حاشیہ میں اس مصرع کو یوں درج کیا ہے

''ا۔ (ن) رکھے نطفے میں کیوں چھپا ھارکوں'' ٦

''درشرح شعرگوید'' کے عنوان میں شعر کے بعد حاشیے میں وضاحت کی ہے :

''اس شعر کے بعد انڈیا آفس کے نسخے میں یہ شعر درج ہے جو ظاہر ہے کہ اس مثنوی کا نہیں ہوسکتا ۔ میرے نسخے میں نہیں ہے ۔

نو لاس ھور نازک کہاں ھور وہ سل جیسے لاٹ
چندن کیری رتی بھلی نا بھارا بھر کر کاٹ ۷

''جو کوی جوھری ہے سو (ا) پچھان کر'' کا حاشیہ یوں درج کیا ہے

''ا۔ (ن) خوب سو جان کر ۸

۲۔تاج الحقائق

ڈاکٹر نورا لسعید اختر نے وجہی کی نثری تصنیف ''تاج الحقائق'' کو مرتب کیا جو ۱۹۷۰ء میں بمبئی سے شائع ہوئی ۔مقدمے میں ڈاکٹر نور السعید اختر نے وجہی کے بارے میں تمام ممکنہ معلومات فراہم کر دی ہیں ۔

محمد قلی قطب شاہ نے وجہی کو ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ بادشاہ کی فرمائش پر ۱۰۱۸ھ میں قطب مشتری' نظم کی ۔ یہ مثنوی وجہی نے بارہ روز میں مکمل کی ۔ محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں غواصی چھایا رہا۔عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر وجہی نے ۱۰۴۵ھ (۱٦۳٦ء) میں سب رس مکمل کی ۔قطب مشتری اور سب رس کے درمیانی عرصہ میں وجہی نے تاج الحقائق تصنیف کی جس کا موضوع تصوف ہے ۔

'' تاج الحقائق میں وجہی ایک کامل پیر و مرشد بن جاتے ہیں اور طالبانِ حق کو عشق مجازی

کے ذریعے عشق حقیقی کی سرحدوں تک لے جاتے ہیں۔''۹

تاج الحقائق کا سنہ تصنیف معلوم نہیں ہے تاہم مرتب نے خیال ظاہر کیا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد عبداللہ قطب شاہ کی حکومت کے دوران کے ۲۷ سالوں کے طویل عرصے میں صرف فارسی دیوان ہی مرتب نہیں کیا بلکہ انھوں نے صوفیانہ حقائق سے متعلق تصنیف **تاج الحقائق** بھی پایہ تکمیل کو پہنچائی۔ **تاج الحقائق** اور **سب رس** کے مشترک الفاظ، جملے، محاورے، مقولے، احادیث، مماثل حوالوں کی مثالیں دے کر مرتب نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

''مندرجہ بالا داخلی شواہد کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ **تاج الحقائق** کے مصنف ملا وجہی ہی ہیں۔'' ۱۰

درج بالا داخلی شواہد اس حوالے سے ناکافی ہیں کہ وجہی کے دور میں تصوف کا موضوع عام تھا اور اس کے ترقیمے میں مصنف کا نام وجیہہ الدین دیا گیا ہے اسد اللہ وجہی نہیں۔ اور وجہی کے نام کے حوالے سے اب کوئی شک وشبے کی گنجائش باقی نہیں کہ اس کا نام اسد اللہ تھا، وجیہہ الدین نہیں۔ وہ تخلص کے طور پر وجہی، وجیہی یا وجیہہ ضرور استعمال کرتا ہے لیکن نام کے طور پر نہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی بھی ''تاج الحقائق'' کو وجہی کی تصنیف نہیں مانتے۔ تاریخ ادب اردو کی جلد اول میں لکھتے ہیں:

''ایک اور تصنیف ''تاج الحقائق'' بھی وجہی سے منسوب کی جاتی ہے جو یقیناً وجہی کی تصنیف نہیں ہے۔ کہیں کہیں سب رس اور تاج الحقائق کے موضوعات ایک دوسرے سے ضرور ٹکرا جاتے ہیں لیکن یہ وہ موضوعات ہیں جو اس زمانے میں عام تھے اور ان کی تاویل ہر شخص اپنے اپنے انداز میں کرتا تھا۔''۱۱

تاج الحقائق کے متن کی تدوین میں درج ذیل مخطوطے مرتب کے پیش نظر رہے بمبئی اور علی گڑھ کے نسخوں کو شہروں کی مناسبت سے مخطوطہ ب اور مخطوطہ ع کے نام دیے گئے ہیں۔ اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کے لیے الف اور سالار جنگ لائبریری کے نسخے کے لیے س کے مخففات استعمال کیے گئے ہیں۔ ادارہ ادبیات حیدر آباد کا مخطوطہ چونکہ ترجمہ ہے اس لیے اس نسخے کو اختلافِ نسخ میں استعمال نہیں کیا گیا۔

مقدمے میں مخطوطات کا تعارف تفصیل سے درج کیا گیا ہے جس میں مخطوطے کی حالت، سائز، کتابت، کاتب، ابتدائی عبارت اور ترقیمے درج کیے گئے ہیں۔ ان نسخوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

مخطوطہ ب۔ یہ نسخہ جامعہ بمبئی کی ملکیت ہے۔ اس کی کتابت ۱۰۹۳ھ سے قبل ہوئی۔ اس کے کاتب جان محمد محرمی ہیں۔

مخطوطہ ع۔ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کا نسخہ ہے۔ کاتب سید حرمت اللہ قادری نے ۱۱۶۰ھ میں اسے نقل کیا۔ یہ ناقص الآخر ہے۔

مخطوطہ الف۔ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد کا مخزونہ ہے۔ یہ نسخہ مکمل ہے۔ ۱۲۴۵ھ میں مکمل ہوا۔ کاتب کا نام

درج نہیں ہے۔

مخطوطہ س۔ کتب خانہ سالارِ جنگ حیدر آباد کا یہ مخطوطہ ''سب رس'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ ناقص الآخر ہے۔

ادارہ ادبیات حیدر آباد کا نسخہ خالص دکنی میں نہیں ہے بلکہ اردو میں ہے۔ سید ابصار علی شاہ حسینی قادری نے دکنی کے غیر معروف الفاظ کے بجائے ہندی الفاظ میں کر دیا ہے۔

مرتب نے تاج الحقائق کے متن کی تدوین کے لیے مخطوطہ ب کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو اس کا قدیم ہونا ہے۔ دوسرے اس کا کاتب چونکہ معتبر شخص ہے جو حضرت امین الدین علی کا مرید تھا۔ اس لیے اسے بنیاد بنا کر دیگر نسخوں کے ساتھ اختلافات حاشیے میں ظاہر کیے ہیں۔

''ایک جنا میرے کنہی آیا کہ منجی (۱) تلقین کرو'' ۱۲

اس کا حاشیہ میں اختلاف نسخہ الف اور س کے ساتھ یوں دیا ہے

(۱) الف + س = پاس

اسی طرح جملے ''پانا ہے سو عشق میں پائی گا'' کا اختلاف نسخہ ع سے یوں درج کیا ہے

''(ع) عشق میں پانا ہے پائے گا'' ۱۳

متن کے آخر میں فرہنگ ہے۔ اس کے بعد محاورات، ضرب الامثال اور عربی آیات، احادیث و اقوال مع ترجمہ درج ہیں۔

آخر میں تعلیقات کے عنوان سے شیخ شرف اور داول ملک کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔

۳۔ سب رس یعنی قصۂ حسن و دل

وجہی کی نثری تصنیف سب رس' کو مولوی عبدالحق نے ۱۹۳۲ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے شائع کیا۔ اس کی دوسری اشاعت ۱۹۵۲ء میں انجمن ترقی اردو کراچی سے ہوئی۔ اس دوسری اشاعت میں مولوی عبدالحق نے لکھا کہ پہلی اور دوسری اشاعت کے بیس برسوں کے دوران میں انھیں تین اور مثنویاں دستیاب ہوئیں جن میں یہی قصہ سب رس کے تتبع میں نظم کیا گیا ہے۔ مقدمے کی ابتدا میں مولوی عبدالحق نے وجہی کی شاعرانہ حیثیت کو بیان کیا ہے۔ وجہی نے قطب شاہی خاندان کے چار بادشاہوں ابراہیم قطب شاہ، سلطان محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کو دیکھا۔ سب رس کا سنہ تصنیف ۱۰۴۵ھ ہے۔

> ''یہ کتاب ادبی نظر سے قدیم اردو میں خاص اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ قصہ بھی عجیب ہے اور طرزِ بیان بھی عجیب۔ مصنف نے ایک عام اور عالم گیر حقیقت کو مجاز کے پیرائے میں بیان کیا ہے اور حسن و عشق کی کش مکش اور عشق و دل کے معرکے کو قصے کی صورت میں پیش کیا ہے۔ یہ بڑے مزے کا قصہ ہے اور کون ہے جو اس کوچے سے ناآشنا ہو اور جس نے اس معرکہ میں چوٹ نہ کھائی ہو'' ۱۴

مولوی عبدالحق نے اس مقدمے میں مثالوں اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ وجہی نے فتاحی کی **حسن و دل** کو مدِ نظر رکھا تھا، **دستورعشاق** اس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔ اس کی کئی وجوہات مولوی صاحب نے بیان کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وجہی نے اپنی نثر میں اسی طرز میں مسجع ومقفیٰ عبارت لکھی ہے۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ جن امور کا ذکر دستورِعشاق میں مفصل ہے اورحسن و دل میں مختصر ہے ان کی تفصیل وجہی کے ہاں بھی نہیں پائی جاتی۔ **دستورِ عشاق** کے آخر میں فتاحی، خضر کی زبان سے تمام اسرار کی حقیقت کھولتا ہے اور سب کرداروں کی حقیقت کو بیان کرتا ہے جبکہ حسن و دل میں یہ نہیں ہے۔

قصے کا خلاصہ بھی مولوی عبدالحق نے مقدمے میں درج کیا ہے۔ اس پر اپنی تنقیدی رائے بھی پیش کی ہے اور فتاحی کے قصے اور زبان کو سراہا ہے۔ وجہی نے اس قصے سے اکتساب کرتے ہوئے جہاں جہاں اختلاف کیا ہے اس کا تذکرہ بھی مولوی صاحب نے مقدمے میں کر دیا ہے۔ وہ وجہی کی اس بات پر بھی تنقید کرتے ہیں کہ وجہی نے سارا قصہ فتاحی سے لیا اور اس کا طرز بھی اختیار کیا لیکن اس نے کہیں بھی اس کا اعتراف نہیں کیا بلکہ بہت سے مقامات پر اپنے آپ کو اس طرز کا موجد کہا ہے اور جو اسے رہنما اور استاد و موجد نہیں مانتا وہ اسے جاہل اور چور کہتا ہے۔ تاہم اس سب کے باوجود مولوی عبدالحق وجہی کو استاد مانتے ہیں کیوں کہ اس زمانے میں جب اردو نثر کا نام نہ تھا سب رس اردو نثر کی پہلی کتاب لکھی گئی۔ اس میں فصاحت، روانی اور سلاست پائی جاتی ہے۔

سب رس کی زبان اور الفاظ و محاورات سے قدیم اردو کی صرف ونحو اور تغیر و تبدل کا پتا چلتا ہے۔ مولوی عبدالحق نے بہت سی مثالوں کے ذریعے دکنی الفاظ ومحاورات اور صرف ونحو کی وضاحت کی ہے۔

> ''ایسے مصادر کی ماضی مطلق جن میں علامت مصدر سے قبل 'ا' یا 'و' نہیں ہوتا اس طرح بنتی ہے کہ امر کے آگے 'ا' بڑھا دیتے ہیں جیسے دیکھنا سے دیکھا لیکن دکنی میں بجائے 'ا' کے 'یا' لگاتے ہیں جیسے دیکھیا، ملیا، پھریا وغیرہ۔'' [۱۵]

آخر میں مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ دکن کے چار اور شاعروں نے بھی اس قصے کو منظوم کیا ہے۔ ذوقی نے سنہ ۱۱۰۹ھ میں **وصال العاشقین** کے نام سے، محرمی نے سنہ ۱۰۸۶ھ میں گلشن جشنِ دل'' کے نام سے، سید محمد ولی اللہ قادری ساکن حیدرآباد نے سب رس کے نام سے منظوم کی جس کی کتابت کا سنہ ۱۱۸۰ھ ہے۔ ایک اور مثنوی **حسن و دل** کے نام سے ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ان کے علاوہ **حسن و دل** کے نام سے خواجہ خیر الدین المتخلص بہ خواجہ کی تصنیف ہے۔ سنہ تصنیف ۱۲۶۴ھ ہے۔

وجہی کی **سب رس** کے نسخوں کے بارے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

> ''مدت ہوئی مجھے سب رس کے دو نسخے دستیاب ہوئے تھے۔ ایک حیدرآباد میں دوسرا بیجا پور میں۔ ان میں سے ایک تو بمقام دولت آباد سنہ ۱۱۱۷ھ کا لکھا ہوا ہے اور دوسرا ۱۱۷۷ھ کا۔ یہ دونوں نسخے صاف لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد دو اور نسخے ملے جو ایسے اچھے نہیں تھے اور ایک ان میں سے ناقص ہے۔ [۱۶]

ان نسخوں کے تعارف کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مولوی عبدالحق نے متن کی بنیاد کس نسخے کو بنایا ہے اور اختلاف کے لیے کون سے نسخے پیش نظر رکھے ہیں۔ حواشی میں انھوں نے قوسین میں محض (ن) لکھ کر اختلاف دے ہیں۔

''عجب عجب * اس کے کام انسان کیا کر سکے فام'' ۱۷

اس کا حاشیہ یوں درج کیا ہے

* (ن) عجائب عجائب

حوالے کے نمبر دینے کے لیے کہیں پھول کی علامت * استعمال کی ہے اور کہیں نمبر شمار ۱، ۲۔۔۔استعمال کیے ہیں

''جس کے دل میں یونیں طمع (۱)، کیا اس کا جیونا کس جیونے میں جمع (۲) ۱۸

اس کے حاشیے نمبر شمار کے مطابق دیے ہیں

(۱) طما (۲) جما ۱۹

متن کے آخر میں فرہنگ دی گئی ہے۔

مولوی عبدالحق نے سب رس کے مآخذ کو تفصیل سے مقدمے میں درج کیا ہے۔ دلائل سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وجہی نے سب رس کی تالیف کے دوران میں فتاحی کی نثری تصنیف حسن ودل کو مدِ نظر رکھا تھا۔ حسن و دل فتاحی کی نظم ''دستورِ عشق'' کا خلاصہ ہے۔

مولوی عبدالحق کو قواعد ولسانیات سے بھی دلچسپی تھی۔ انھوں نے سب رس کی لسانی خصوصیات، دکنی الفاظ و محاورات اور صرف ونحو کی تفصیل بھی مقدمے میں دی ہے۔ سب رس کے متن کو دو نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر شمیم انہونوی نے بھی سب رس کو مرتب کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے مقدمے میں سب رس کے اسلوب کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ وجہی نے جو دعویٰ کیا تھا کہ اس نے نظم ہونثر ملا کر گھلا کر سب رس میں پیش کیا ہے۔ اسی بیان کو بنیاد بنا کر ڈاکٹر سید عبداللہ نے ضرب الامثال، محاورات کا استعمال، چھوٹے چھوٹے فقروں کا استعمال کو مثالوں کے ذریعے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس مضمون میں صرف اسلوب کے خصائص کی نشان دہی کر رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس مختصر مقدمے میں، دوسرے مباحث کی شاید گنجائش بھی نہیں۔'' ۲۰

شمیم انہونوی نے سب رس کے مقدمے میں دکن کی نثری تصانیف کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ اس کے بعد وجہی کی سب رس کی خصوصیات درج کی ہیں۔ انھوں نے سب رس کو تمثیل قرار دیا ہے اور تمثیل کی تعریف کی وتوضیح کی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی طرح شمیم انہونوی نے بھی سب رس کی زبان کی خصوصیات درج کی ہیں۔

''وجہی اپنی زبان کو دکنی نہ کہہ کر ہندی کہتا ہے۔ قصہ کی ابتدا پر بھی وہ بغلی سرخی 'آغاز داستان

زبان ہندوستان' لکھتا ہے اور اپنی اس مایہ ناز تصنیف میں جگہ جگہ نہایت بے تکلفی نے ہندی، دکنی، فارسی و عربی نیز مرہٹی ضرب الامثال دوہرے ،اقوال و اشعار وغیرہ نہایت روانی سے لکھتا چلا جاتا ہے مگر کتاب کے بغور مطالعہ سے یہ احساس ہوتا ہے کہ مصنف شمالی ہند و دکن کی زبان میں فرق کرتا ہے۔'' ۲۱

سب رس کے اسلوب کے حوالے سے تذکیر و تانیث، مصادر کا استعمال ،حرف 'چ' بطور تاکیدی حرف، الفاظ کی تکرار وغیرہ کو مثالوں کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے۔ سب رس کا خلاصہ بھی مقدمے میں دے دیا ہے۔'قصہ کے مآخذ' کے عنوان سے شمیم انہونوی نے مولوی عبدالحق ہی کے درج کیے ہوئے مآخذات ہی کو بیان کیا ہے۔ شمیم انہونوی نے متن کے حوالے سے کوئی وضاحت نہیں کی کہ انھوں نے کس متن کو پیش کیا ہے تاہم تقابلی مطالعے سے یہ بات واضح ہے کہ سب رس کا متن مع حوالہ جات وہی ہے جو مولوی عبدالحق نے اپنی مرتبہ سب رس میں دیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مولوی عبدالحق کے مطبوعہ نسخے میں حوالہ جات کے لیے نمبر شمار کے بجائے ☆ بنا کر حوالوں کو درج کیا گیا ہے جبکہ سید عبداللہ اور شمیم انہونوی کے متون میں نمبر شمار کے ساتھ حوالہ درج کیا گیا ہے۔

جہاں تک متن کا تعلق ہے تو ڈاکٹر سید عبداللہ اور شمیم انہونوی نے مولوی عبدالحق والا متن ہی دیا ہے۔ یہاں تک کہ حواشی بھی سارے وہی ہیں جو مولوی عبدالحق نے درج کیے تھے۔

درج بالا تمام معلومات کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ دبستانِ دکن کے محققین نے وجہی کی تمام ممکنہ تصانیف کو مرتب کر دیا ہے یہاں تک کہ ''تاج الحقائق'' جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وجہی کی تصنیف نہیں ہے، اسے بھی نورالسعید اختر نے مرتب کر دیا ہے اور مقدمے میں دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ وجہی ہی کی تصنیف ہے۔ یوں ان مدونین نے وجہی کے متون کو ترتیب دیا ہے، داخلی و خارجی شواہد سے حالاتِ زندگی ترتیب دیے ہیں، شاعری اور نثر کی خصوصیات مقدموں میں درج کی ہیں، لسانی خصوصیات کو مثالوں کی مدد سے درج کیا ہے اور متن کے آخر میں عموماً فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ ان معلومات سے دکنی دور کے اہم شاعر اور نثر نگار کے حالات، کلام اور خصوصیات تفصیل سے اردو ادب میں شامل ہوگئی ہیں اور تاریخ اور تحقیق میں اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ مولوی عبدالحق (مرتب)، **قطب مشتری**، وجہی، اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۸ء، ص۲ مقدمہ
۲۔ ایضاً، ص۳ ۳۔ ایضاً، ص ۱۶ ۴۔ ایضاً، ص ۱۶
۵۔ ایضاً، ص۳ متن ۶۔ ایضاً، ص۳ حاشیہ ۷۔ ایضاً، ص۱۲ حاشیہ
۸۔ ایضاً، ص۱۳ حاشیہ
۹۔ ڈاکٹر نورالسعید اختر (مرتب) **تاج الحقائق**، وجہی، بمبئی: ۱۹۷۰ء، ص۳۳ مقدمہ ۱۰۔ ایضاً، ص ۶۷
۱۱۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، **تاریخ ادب اردو** (جلد اول)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع چہارم ۱۹۹۵ء، ص۴۳۴
۱۲۔ ایضاً، ص۱۱۰ متن ۱۳۔ ایضاً، ص۱۸۹ حاشیہ
۱۴۔ مولوی عبدالحق (مرتب)، **سب رس**، وجہی، اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۲ء، ص ۸، ۹ مقدمہ
۱۵۔ ایضاً، ص، ص۴۲ ۱۶۔ ایضاً، ص ۵۰، ۵۱ ۱۷۔ ایضاً، ص۲ متن
۱۸۔ ایضاً، ص ۳۶ متن ۱۹۔ ایضاً، ص ۳۶ حاشیہ
۲۰۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (مرتب) **سب رس**، لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۴ء، ص ۱۶
۲۱۔ ڈاکٹر شمیم انہونوی (مرتب) **سب رس**، لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۴ء، ص۱۲